احمد ابراہیم علوی

آگ اور دھواں

آگ اور دھواں

فلسطینی مجاہدین کی کہانی

احمد ابراہیم علوی

علوی پبلشرز ۳- میلتھ اسکوائر لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

● طباعت: نامی پریس، لکھنؤ
● کتابت: وقار رضوی
● قیمت: دو روپے
مئی: سنہ ۱۹۷۶ء

تقسیم کار:-
مکتبۂ دین و ادب
بڑی ٹائین کی مسجد۔ امین الدولہ پارک۔ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱

ناشر:
علوی پبلشرز
۳۔ ہیلتھ اسکوائر لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳ (ہندوستان)

مجاہدینِ فلسطین

کے نام

احمد ابراہیم علوی
کی دوسری کتابیں

- پھوٹتا لہو (ناول) اُتر پردیش اردو اکاڈمی سے انعام یافتہ
- بوجھل بوجھل پلکیں (افسانے) اتر پردیش اردو اکاڈمی سے انعام یافتہ
- اردو کا ماضی حال اور مستقبل (ادبی و تنقیدی مضامین)
- مجاز۔ کچھ یادیں (فن اور شخصیت پر مضامین)
- مسافر نواز بہتیرے (ناول) قومی یک جہتی
- پیام عید (مذہبی) مضامین
- سچ کا نام بڑا (بچوں کے لئے کہانیاں)
- بلاخیزیاں (افسانے) زیر طبع
- تحریریں (ادبی مضامین) زیر طبع
- مختلف النوع (مختلف موضوعات پر مضامین) زیر طبع

علوی پبلشرز
۳۔ ہیلتھ اسکوائر لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳
(یوپی۔ ھندوستان)

◎ جنگ کیوں؟
◎ آگ اور دھواں
◎ جلتا ہوا شہر

○

"دنیا کی تمام بڑی طاقتیں دنیا کے انصاف پسندوں کے ساتھ بڑا بے رحمانہ کھیل کھیل رہی ہیں اور یہ اتنا خطرناک کھیل ہے کہ اس میں ایک دن ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔"

احمد ابراہیم علوی "چھوٹا لمبو"

مہاتما گاندھی کی حق گوئی

"فلسطین اسی طرح سے عربوں کا ہے جس طرح فرانسیسیوں کا فرانس اور انگریزوں کا انگلینڈ۔ اگر فلسطین کے علاوہ یہودیوں کا کہیں گھر نہیں ہے تو کیا ان سب ہی دیشوں سے جبراً نکالا جانا یہودی پسند کریں گے جہاں وہ اس وقت رہتے ہیں یا یہ کہ یہودی دو دو گھر چاہتے ہیں۔"

ھریجن ۲۱ر نومبر ۱۹۳۸ء

اسرائیل نے شروع ہی سے اقوام متحدہ کے ریزولیوشنوں کی مسلسل خلاف ورزی کی لیکن پھر بھی اسرائیل کے حامی یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ اسرائیل اقوام متحدہ کے آدرشوں کا سچا بھگت ہے اور اقوام متحدہ کے ہر ایک حکم پر عمل پیرا ہے۔ اقوام متحدہ کا ۱۱ر دسمبر ۱۹۴۸ء کا رزولیوشن ہے "جو مہاجرین اپنے گھروں کو لوٹنا چاہیں انہیں جلدی ہی لوٹنے کی سہولتیں دی جائیں اور جو نہ لوٹنا چاہیں انہیں ان کی املاک کا مناسب معاوضہ دیا جائے۔"

کیا اسرائیل نے اب تک اس ریزولیوشن کی رتی بھر بھی پروا کی؟ اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم ڈیوڈ بن گورین نے اسی وقت کہا تھا "فیصلہ رسمی قراردادوں سے نہیں ہتھیاروں سے ہوگا۔"

قاہرہ ریویو

شانِ نزول

میں نے آزاد جمہوری اور سیکولر ملک میں آنکھیں کھولی ہیں اس لئے مجھے فطری طور پر حریت پسندوں سے ہمدردی اور ان کو کچلنے والی طاقتوں سے نفرت ہے دنیا میں جہاں کہیں بھی ظلم، یا انصاف کا خون ہوتا ہے دکھ ہوتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے مظلوموں کا ساتھ دوں یہ ظلم چاہے ویت نام میں ہو یا فلسطین میں نہ میرے ملک ہندوستان کو گوارا ہے نہ مجھ کو۔

میرے پاس توپ و تفنگ نہیں لیکن میرے ہاتھوں میں قلم ہے اور میرا عقیدہ ہے اس عہد میں قلم سے زیادہ طاقتور

کوئی ہتھیار نہیں اور مجھے مظلوم اور بے سہارا عوام کی ہمدردی میں اسے بے دریغ چلانے میں کبھی تکلف نہیں ہوا جب لوگوں کو اپنے وطن سے بے وطن کیا جاتا ہے بچوں کو یتیم اور ماؤں کو بیوہ کیا جاتا ہے تو دل دکھتا ہے آنکھ روتی ہے اور قلم چل دیتا ہے اور میں اسے تحریر میں مصنوعی حسن پیدا کرنے یا کسی بھی قسم کی روایت یا بندش کو مدِّ نظر رکھنے کے لئے روکتا نہیں۔
میں نے بیروت میں خانہ جنگی کے بدترین مناظر دیکھے اور رونگٹے کھڑے ہو گئے قلم نے جنبش کی اور "جلتا ہوا شہر" وجود میں آگیا یہ اچھا ہے یا بُرا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں مجھے صرف اتنی غرض ہے کہ یہ کسی طرح حریت پسندوں کے خلاف نہ جائے اور اس سے جنگ کے شعلے دبنے کے بجائے بھڑک نہ اٹھیں۔

میں نے لندن میں رنگین ٹی وی پر یروشلم اور اسرائیل کے دوسرے شہروں میں عرب حریت پسندوں کے مظاہرے احتجاج اور غم و غصے کو دیکھا اور اسرائیلی بربریت اور ظلم کے دل ہلا دینے والے مناظر سے دل کانپ اٹھا تو پھر قلم اٹھایا اور "آگ اور دھواں" کی تخلیق ہوئی۔ میں نے فلسطینی

مجاہد اعظم اور کمانڈر اعلیٰ مسٹر یاسر عرفات کی پر وقار اور پُر جلال، شخصیت اور ناقابلِ تسخیر عزائم دیکھے اسکے علاوہ کتنے ہی مجاہدین سے ملنے کا شرف حاصل کر چکا ہوں اسی لئے مجھے فلسطینی جد و جہد آزادی سے خصوصی دلچسپی ہے "جنگ کیوں" ایک ایسا مضمون ہے جو میں نے اپنی معلومات کو یکجا کرنے کے لئے لکھا تھا مگر یہ اتنا مفید سمجھا گیا کہ روزنامہ قومی آواز میں پہلی اشاعت کے بعد ہندوستان کے مختلف شہروں کے نا معلوم کتنے اخباروں میں شائع ہو چکا ہے اور اب تک شائع ہو رہا ہے۔ فلسطینی مجاہدین کے سرفروشانہ کارنامہ کو قرطاس تحریر میں لاتے ہوئے میں نے جو ناول "چھوٹتا لہو" کے نام سے لکھی اس میں بھی سب سے پہلے اسی مضمون کو جگہ دی اور اب اس کو پھر اس لئے شائع کر رہا ہوں کہ فلسطینی، مجاہدین سے ہمدردی رکھنے والے اپنی نظر میں وہ حالات بھی رکھتے چلیں کہ جن حالات نے یہ بد ترین صورت پیدا کی جس کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔

احمد ابراہیم علوی
(لندن)

جواہر لال نہرو نے ۱۷ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو مدراس کے روزنامہ "ہندو" میں لکھا تھا "فلسطین ایک عرب ملک ہے اور وہاں پر عرب مفادات ہی کو برتری حاصل ہونی چاہیے۔"

(قاہرہ ریویو)

جنگ کیوں؟

برسوں سے دنیا بھر کے اخباروں میں بلا ناغہ عرب اسرائیل جھڑپوں کی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ کوئی بھی دن ایسا نہیں ہوتا کہ عرب اور اسرائیل جھڑپ نہ ہو اور اس کی اخباروں میں خبر نہ آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب اسرائیل کی جنگ ایک ایسی جنگ ہے جس کا اسوقت تک خاتمہ نہیں ہو سکتا جبتک کہ کسی ایک کی مکمل طور سے فتح اور دوسرے کی شکست نہیں ہوتی۔ ایسا ہونے کی فی الحال کوئی امید نہیں اس لئے اس جنگ کے خاتمے کی بھی کوئی امید نہیں۔ یہ جنگ کب سے ہو رہی ہے اور کیوں لڑی جا رہی ہے اس کا جواب پانے کے لیے عرب، اور اسرائیل کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے۔

عرب اور اسرائیل کی جنگ اس وقت سے ہو رہی ہے جب سے اسرائیل بنا ہے یہودیوں نے انگریزوں کی مدد اور سازش سے عربوں کا وطن فلسطین چھین کر اس پر اپنی حکومت اسرائیل کو قائم کیا ہے ظاہر ہی ہے یہ عرب قوم کے ساتھ کھلی ہوئی بے ایمانی اور ظلم ہے اسی لئے عرب اپنے وطن کی واپسی کے لئے اپنے جی جان کی بازی لگا کر لڑ رہے ہیں اور وہ اسوقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ ان کا وطن واپس نہیں مل جاتا۔ اور اسرائیل چھینی ہوئی زمین کو برقرار رکھنے کے لئے عربوں پر ظلم کر رہا ہے اور اس طرح جنگ چلتی جا رہی ہے۔

اسرائیل اس طرح کا کوئی قدرتی ملک نہیں ہے جس طرح کہ ہندوستان اور افغانستان برطانیہ اور فرانس ہیں بلکہ یہ ایک مصنوعی ملک ہے جو غیر قانونی اور ناجائز طریقے سے وجود میں آیا ہے۔

مغربی ایشیامیں شام، عراق، اردن اور مصر کے درمیان ۱۴ر مئی ۱۹۴۸ء سے پہلے ایک چھوٹا سا ملک تھا جس کا نام فلسطین تھا۔ یہاں شروع ہی سے جزیرۃ العرب سے آنے والے عرب بسے ہوئے تھے۔ پھر یورپی حملہ آور آئے۔ آخر میں

ترکوں کی حکومت ہوئی اس کے بعد انگریزوں نے اس پر قبضہ کیا اور اپنا قبضہ ختم کرتے ہی اسکو یہودیوں کے حوالے کر دیا جب سے اب تک یہ انہیں کے پاس ہے۔

فلسطین ہمیشہ سے مختلف تہذیبوں اور قوموں کا مسکن رہا ہے لیکن یہاں عربی زبان اور عرب تہذیب کو ہمیشہ فوقیت رہی۔ اس چھوٹے سے ملک کے مشہور ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ دنیا کے تین بڑے مذاہب، اسلام، نصرانیت اور یہودی مذہب کے لئے یہ اس لئے بہت مقدس ہے کہ یہاں ان تین مذہبوں کی مقدس زیارت گاہیں ہیں۔ یہاں بیت المقدس، بیت لحم اور دیوار گریہ ہے۔ ہمیشہ سے ان تینوں مذہبوں کے ماننے والے کی یہ خواہش رہی ہے کہ یہاں ان کا اقتدار ہو۔

پہلی جنگ عظیم یعنی ۱۹۱۴ء تک فلسطین خلافت عثمانیہ کا حصہ تھا اور ترکوں کی حکومت تھی جو مسلمان تھے مگر یہاں کے مقامی باشندے نہ تھے انگریز ترکوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوف زدہ تھے کیونکہ ان کی فتوحات سے خود ان کو خطرہ پیدا ہو چلا تھا پھر وہ فلسطین میں بغیر کسی سازش کے ترکوں سے لڑنے میں جیت بھی نہ سکتے تھے

اس لئے یہاں انھوں نے عربوں کو ترکوں کے خلاف ورغلایا اور ان سے وعدہ کیا کہ ترکوں کی شکست کے بعد عربوں کو ان کا وطن فلسطین واپس کر دیا جائے گا اپنے وطن میں اپنا اقتدار قائم کرنے کی خواہش میں عرب انگریزوں کی اس سیاسی چال کے شکار ہو گئے اور انہوں نے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے ہی مذہب والوں سے بغاوت کر دی جس کے انجام کے طور پر فلسطین ترکوں کے ہاتھ سے نکل کر انگریزوں کے ہاتھوں میں آگیا۔ انگریزوں کے دشمن ترک کمزور ہو گئے اور انگریزوں نے طاقت حاصل کر لی اس لئے وہ عرب سے کئے ہوئے اپنے وعدے سے مُکر گئے۔ انہوں نے نہ صرف فلسطین کو عربوں کے حوالے نہ کرنے کی اسکیم بنائی بلکہ یہ سازش چلی کہ اس کو یہودیوں کو دینا طے کیا ان کو یقین تھا کہ وہ خود وہاں حکمراں نہ رہ سکیں گے کیونکہ عرب اس دغا بازی کا بدلہ ضرور لیں گے اس لئے انہوں نے سوچا کہ عربوں کو ایسی مصیبت میں ڈالا جائے کہ وہ چین نہ حاصل کر سکیں۔

انگریزوں نے فلسطین میں یہودیوں کی ہمت افزائی کی۔
یہودی شروع سے اس تاک میں تھے کہ وہ فلسطین کو چھین لیں۔

اس پر اپنا اقتدار جما کر اپنی خالص مذہبی حکومت قائم کریں۔ اس وقت تک دنیا میں کوئی بھی ایسی جگہ نہ تھی جس کو یہودی اپنا وطن کہہ سکتے ساری دنیا ان کو ایک حقیر قوم کی حیثیت سے دیکھتی تھی۔ یورپ اور امریکا میں ان کی اچھی خاصی تعداد تھی اس لئے انگریزوں کو ان سے خطرہ تھا وہ اس خطرے کو ٹالنا چاہتے تھے جس کی ترکیب انہوں نے یہ سوچی کہ فلسطین کو یہودیوں کا ملک بنا دیا جائے اس طرح ان کا دردسر دور ہو جائے اور یہودی مسلمانوں سے لڑتے رہیں اور الجھنوں میں پھنسے رہیں ان کو انگریزوں کے خلاف کچھ اقدام کرنے کا موقع نہ ملے اس طرح انگریزوں نے فلسطین کو یہودیوں کو دے کر اپنے دو دشمنوں یعنی مسلمانوں اور یہودیوں سے بڑی عقلمندی سے چھٹکارا پا لینا چاہا۔

عربوں کی تھوڑی سی ناسمجھی اور یہودیوں کی دور اندیشی کے سبب انگریز اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے عربوں کی مدد سے ترکوں کو اپنی راہ سے ہٹایا اور پھر یہودیوں کو ہمت دے کر عربوں کے سامنے لا کھڑا کیا۔

جب فلسطین پوری طرح انگریزوں کے قبضے میں آ گیا تو پھر یہودیوں کے لئے ایک ملک کی تحریک کو پوری طرح پھلنے پھولنے کے مواقع ملے ۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ بیلفورڈ نے یہودیوں کے سب سے بڑے لیڈر لارڈ روتھس چائلڈ کو ایک خط میں لکھا کہ " انگریز حکومت فلسطین میں یہودیوں کا قومی

گھر بنانے کی تائید کرتی ہے۔" گویا یہ فلسطین کو عربوں سے مستقل طور پر چھین لینے کا کھلم کھلا اعلان تھا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی فلسطین سے عربوں کو نکالنے اور وہاں دنیا بھر سے یہودیوں کو لا لا کر بسانے کی اسکیم پر پوری طرح عمل شروع ہو گیا۔ فلسطین میں یہودیوں کی تعداد اگرچہ دنیا میں سب سے زیادہ تھی مگر عربوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھی اور جبتک تعداد نہ بڑھتی اس وقت تک ان کی مضبوط حکومت نہیں قائم ہو سکتی تھی۔ حکومت تو انگریزوں کی مدد سے بن سکتی تھی مگر چل ایک دن بھی نہ سکتی تھی۔ اس آبادکاری کی اسکیم سے پہلے فلسطین کی کل آبادی سات لاکھ تھی اور ان میں یہودیوں کی تعداد پچاس ہزار سے بھی کم تھی اور فلسطین کی زیادہ تر زمین پر عربوں کا ہی قبضہ تھا انگریزوں نے مختلف بہانوں سے عربوں سے ان کی زمین چھین کر یہودیوں کو دینا شروع کیا۔ اس کے علاوہ اہم جگہوں پر جہاں پہلے عرب تھے انکو ہٹا کر یہودیوں کا تقرر کیا گیا۔ سابق یہودی فوجیوں کو دنیا بھر سے چُن چُن کر فلسطین لایا گیا جو خوشی سے فلسطین آنے پر راضی نہ ہوئے تو ان کو ڈرا دھمکا کر یا پھر لالچ دے کر لایا گیا۔ انگریزوں اور یہودیوں کی ملی بھگت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۴۷ء تک فلسطین میں یہودیوں کی تعداد کا تناسب ۳۳ فیصدی ہو گیا اور عربوں کا تناسب ۹۳ فیصدی سے گھٹ کر ۶۶ فیصدی

رہ گیا۔

فلسطین میں یہودیوں کی آبادی بڑھانے کے ساتھ ساتھ انگریزوں نے یہودیوں کی تنظیموں کو مضبوط کرنے اور ان کی ہر طرح مدد کرنے کا کام تیز تر کر دیا۔ یہودیوں کے چھوٹے چھوٹے فوجی دستے بنائے گئے اور ان کو اعلا قسم کی فوجی تربیت دی گئی اس کے برخلاف عربوں کو معمولی قسم کے بھاری ہتھیار رکھنے کی اجازت نہ دی گئی۔ ان کو انتہائی گھٹیا اور پرانے قسم کے ہتھیار چھری جیسی چیز رکھنے پر کڑی سزائیں دی گئیں معمولی معمولی باتوں پر ان پر طرح طرح کے ظلم توڑے گئے۔ خود انگریز حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۴۷ء تک دس ہزار عربوں کو مار دیا گیا، ۱۴ آزادی کے پرستاروں کو پھانسی دی گئی عرب گاؤں اور قصبوں کو جلا دیا گیا۔ اور ان کے بڑے بڑے رہنماؤں کو طرح طرح کے بہانے بنا کر جیلوں کی تنگ کوٹھری میں ٹھونس دیا گیا۔ دوسری طرف ساری دنیا میں فلسطین میں یہودیوں کی ایک آزاد حکومت کے قیام کو حق بجانب قرار دینے کے لئے زور شور سے پروپگنڈا کیا گیا۔ یہودیوں کی وہ عالمی تنظیم جس کو فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام کی غرض سے بنایا گیا تھا۔ امریکہ اور برطانیہ کی پوری مدد سے فلسطین پر اقتدار جمانے کے لئے پوری طرح تیار کی گئی ۱۹۴۶ء میں برطانیہ اور امریکہ نے مل کر فلسطین ایک کمیشن بھیجا جس نے فلسطین میں فوراً

ایک لاکھ یہودیوں کی آبادکاری کی تجویز پیش کی اور اس پر عمل درآمد ہوا۔ مئی ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی عام اسمبلی میں تجویز کے ذریعہ گیارہ ملکوں کے نمائندوں کا ایک کمیشن فلسطین بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا اس کمیشن کے آٹھ ممبروں نے اس بات کی سفارش کی کہ فلسطین کو تقسیم کر دیا جائے بڑے حصے پر یہودی حکومت کا قیام ہو اور یروشلم جو مسلمان عیسائی اور یہودیوں کے لئے ایک ہی طرح قابل احترام ہے اس کو عالمی شہر قرار دیا جائے۔ کمیشن کے دوسرے ممبروں نے جن میں ہندوستان ایران اور حبش شامل تھے تجویز پیش کی کہ فلسطین میں ایک وفاقی حکومت قائم کی جائے۔ ہندوستان فلسطین کی تقسیم کا سخت مخالف تھا۔ مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو ہمیشہ ہی سے فلسطین میں یہودی حکومت کے مخالف تھے۔ مہاتما گاندھی نے ۲۱ر نومبر ۱۹۳۶ء ہی میں اپنے رسالے "ہریجن" میں لکھا تھا ـــ "یہودیوں سے مجھے پوری ہمدردی ہے لیکن اس ہمدردی کی وجہ سے میں ناانصافی کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ فلسطین اسی طرح سے عربوں کا ہے جس طرح فرانسیسیوں کا فرانس اور انگریزوں کا انگلینڈ ـــ اسی طرح جواہر لال نے ۱۷ر دسمبر ۱۹۳۶ء مدراس کے روزنامہ "ہندو" میں لکھا ـــ فلسطین ایک عرب ملک ہے اور وہاں پر عرب مفادات ہی کو برتری حاصل ہونی چاہیے۔

اقوام متحدہ کی عام اسمبلی میں فلسطین کی تجویز امریکہ کے دباؤ کی بدولت منظور ہوئی اور وہ بھی اس دھاندلی کے ساتھ کہ فلسطین کا ۵۵ فیصدی سے زائد حصہ

یہودی حکومت کو ملنا منظور ہوا۔ یروشلم کا ۶۷ مربع میل کا علاقہ بین الاقوامی حیثیت کا قرار پایا۔ اس تجویز کے منظور ہوتے ہی انگریزوں نے فلسطین سے اپنا قبضہ ختم کر دیا۔ وہ یہودیوں کو پہلے ہی سے ہتھیار اور مضبوط کر چکے تھے ——— ' ——— اس لیے یہودیوں نے فوراً ہی قتل وخون کا بازار گرم کر کے فلسطین پر اقتدار جمالیا۔ اس طرح ایک جائز قدرتی اور قانونی ملک فلسطین پر ناجائز غیر قانونی اور غیر اخلاقی طور سے ایک نئے یہودی ملک اسرائیل نے جنم لیا۔

یہودیوں نے نہ صرف ان علاقوں پر قبضہ جمایا جو متحدہ اقوام کی تجویز کی رد سے اس کے تھے بلکہ اس نے لاکھوں عربوں کو انتہائی بیدردی سے قتل کر کے ان کے گاؤں جلا کر ان کو بے دخل کر کے تقریباً سارے فلسطین پر اقتدار حاصل کر کے ۱۴ رمئی ۱۹۴۸ء کو اپنی ظالم حکومت کو قائم کیا اور ملک کا نام اسرائیل رکھ دیا۔ اسرائیل کا وجود ظلم، سازش اور ناانصافی کا وجود ہے۔ یہ بالکل ہی غیر قانونی طور سے ناجائز طریقوں سے عربوں پر ظلم توڑ کر بنایا گیا ہے اس لئے دنیا کے کتنے ہی ملکوں نے آج تک اس کے وجود کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ ہندوستان نے بھی اسکو ابھی تک تسلیم نہیں کیا ہے۔

اسرائیل کے وجود میں آنے سے نہ صرف فلسطین کا خاتمہ ہو گیا بلکہ دنیا کے سامنے پناہ گزینوں کا سب سے بڑا مسئلہ سامنے آیا۔ اسرائیل نے عربوں

کی زمینوں پر قبضہ کر کے ان کو اس بری طرح سے اپنے وطن سے نکالا ہو کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

جن لاکھوں عربوں کو اسرائیل نے جبر و تشدد کا سہارا لے کر انکے ان کے گھر اور وطن سے ڈھکیل کر نکالا ہے وہ اس بات پر مجبور رہے کہ آس پاس کے عرب ملکوں میں پناہ گزیں ہوں در اصل اسرائیل کا مقصد بھی یہی تھا کہ فلسطین کے پناہ گزین لاکھوں کی تعداد میں دوسرے عرب ملکوں میں جائیں اور ان چھوٹے چھوٹے عرب ملکوں میں جگہ کی قلت کے سبب ہیجانی کیفیت پیدا ہو اس طرح عرب ممالک سکون سے اسرائیل کے خلاف کوئی منصوبہ نہ بنا سکیں اور اسرائیل دن بدن ترقی کر کے آس پاس کی عرب حکومتوں کو بھی ہڑپتا جائے۔ ہوا بھی اسرائیل کی مرضی کے مطابق فلسطین کے پناہ گزیں عرب حکومتوں کے لئے مسئلہ بن گئے۔ ایک ایسا مسئلہ جس کا آج تک کوئی حل نہ نکل سکا۔ باوجود انتہائی کوششوں کے بھی بہت کم پناہ گزینوں کو باقاعدہ بسایا جاسکا ہے۔ اسرائیل کے آس پاس کے وہ عرب ممالک جو کہ یہودیوں کے ظلم و ستم کا بدلہ لینے کے لئے اسرائیل کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتے تھے۔ وہی فلسطین کے پناہ گزینوں کے مسئلے میں اُلجھ گئے ہیں۔ اس طرح عرب ملکوں کو تین مسئلوں سے دوچار ہونا پڑا۔ پہلا اسرائیل کے خاتمے کا مسئلہ ــــ دوسرا اپنے دفاع کا اور تیسرا فلسطین

کے پناہ گزین کا مسئلہ۔ ان تینوں مسئلوں کا آج تک کوئی حل نہیں نکل سکا۔ اسی لئے اسرائیل پھل پھول رہا ہے اور وہ بڑھ بڑھ کر آس پاس کی عرب حکومتوں پر حملے کر رہا ہے۔

آج بھی لاکھوں پناہ گزیں عرب کے تپتے ہوئے ریگستانوں اور خارزاروں میں موت سے جنگ کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایک قطرہ پانی کے لئے تڑپ رہے ہیں مگر آج بھی ان کے دلوں میں اپنے دیس کے لئے تڑپ ہے اور آج بھی وہ اپنے وطن کو حاصل کرنے کی جنگ لڑنے کے لئے تازہ دم ہیں۔ وہ ننگے بھوکے اور پیاسے ہیں مگر اپنے وطن کی واپسی کے لئے پوری طرح جنگ کر رہے ہیں۔ اب وہ پناہ گزین سے مجاہدین بن گئے ہیں۔

یہ اسرائیل کے سب سے خطرناک دشمن ہیں اور اسرائیل ان سے پناہ مانگتا ہے۔ اسرائیل امریکا اور برطانیہ اور دنیا بھر کے اپنے ہمدردوں سے اچھے سے اچھے اسلحہ لے سکتا ہے اور کسی بھی عرب ملک سے ٹکرا سکتا ہے اسکو ہرا سکتا ہے لیکن یہ ساری دنیا جانتی ہے اور خود اسرائیل بھی جانتا ہے۔ وہ کبھی بھی ان مجاہدین پر فتح نہیں حاصل کر سکتا۔ وہ جس حد تک ظلم کر سکتا تھا اس نے کیا اور کر رہا ہے۔ جتنی طاقت سے لڑ سکتا تھا لڑا اور لڑ رہا ہے مگر ان مجاہدین کے حوصلے کسی بھی طرح پست نہ ہو سکے وہ ان کے وجود سے کانپتا ہے ان مجاہدین نے گوریلا طریقۂ جنگ اختیار کر رکھا ہے۔ جس کے سامنے

دنیا کی کوئی طاقت بھی نہیں ٹک سکتی اور جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا وہ طاقت بکھرتے جائیں گے۔

اسرائیل کھوکھلا ہوتا جائے گا جس طرح دیمک کتابوں کو اندر ہی اندر چاٹ کر ختم کر دیتی ہے۔ اسی طرح یہ گوریلا طریقۂ جنگ ملکوں کو بالکل کھوکھلا کر دیتا ہے۔ اس میں جنگ جتنی طویل ہوتی ہے۔ گوریلا جنگ کرنے والے کی اتنی ہی طاقت بڑھتی ہے۔

فلسطین کے مجاہدین ہیں بچے، بوڑھے، عورت مرد سب ایک ہی عزم اور ایک ہی حوصلے سے اسرائیل کے خلاف لوہے کی چٹان بن کر اس کے عزائم کو پاش پاش کر رہے ہیں۔

ساری دنیا کے حق پسند اور ایماندار لوگ مجاہدین فلسطین کے ساتھ ہیں صرف مٹھی بھر لوگ ایسے ہیں جو اسرائیل کے طرفدار ہیں۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کے پاس طاقت ہے اور وہ اسرائیل کی پوری مدد کر رہے ہیں۔ اس لئے اسرائیل بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود سبھی جانتے ہیں کہ اسرائیل کے لئے وہ دن کبھی نہ آئیگا جبکہ وہاں کے لوگ چین کی نیند کے مزے لوٹ سکیں گے۔ جب سے اسرائیل بنا ہے تب سے اب تک کوئی ایسا دن نہیں آیا اور نہ کبھی آنے کی امید ہے مجاہدین فلسطین کے حوصلے بڑھتے جا رہے ہیں انکی تنظیمیں مضبوط ہوتی جا رہی ہیں اور دنیا میں ان کی عزت بڑھتی جا رہی ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ حق پر ہیں۔ اور حق کو باطل پر فتح ہوتی ہے۔

(لکھنؤ)

آگ اور دھواں

سیاہ چمکیلے لمبے بالوں اور بڑی بڑی پرکشش کالی آنکھوں والی دلکش جہاں الجیلو مشکل سے مشکل وقت بھی پریشان نہیں ہوئی اس کے چہرے پر فطری مسکراہٹ ہمیشہ رقصاں رہی ہے۔ آسمان پر غونخوار جنگی طیارے گرجتے اور دہاڑتے رہے ہیں مگر وہ اپنے ہاتھوں میں طیارہ شکن مشین گن لیے سارے کیمپ کی دلیری سے نگہبانی کرتی رہی ہے اس نے کبھی بھی اپنے شیر خوار بچے عدد ان کو کلیجے سے بھینچ کر بچا لینے کی کوشش نہیں کی اسے کبھی بھی یہ فکر نہیں ہوئی کہ خیمے کے پیچھے جو اس کا جوان سال بیٹا اسعد عبداللہ مورچہ سنبھالے ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اکیلا ہو اور اسرائیلی درندے گھات لگا کر اس کو لقمۂ اجل

بنا دیں ۔ کیمپوں کے اس شہر میں کوئی بھی ماں اس انداز میں نہیں سوچتی یہاں سبھی بے آسرا اور بے سہارا ہیں مائیں اپنی چھاتی سے اپنے شیر خوار بچوں کو چپکائے دودھ پلاتی رہتی ہیں اور انکی نگاہیں آسمان پر گرجتے ہوئے اسرائیلی خونخوار جنگی طیاروں کا تعاقب کرتی رہتی ہیں کبھی کبھی ان کا جذبۂ سرفروشی ابل پڑتا ہے تو ان کے ہاتھوں میں جنبش ہوتی ہے اور فائٹر جٹ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح تیوراکر زمین پر ڈھیر ہو جاتا ہے بچے خوشی سے اچھل پڑتے ہیں اور ماؤں اور جوان لڑکیوں کی کچھ اور حوصلہ مندی ہوتی ہے ۔

کچھ دیر پہلے آسمان پر بدلی سی چھا گئی تھی بچے بوڑھے جوان عورت مرد سبھی مستعد ہو گئے کیونکہ اسرائیلی لڑاکو طیارے فلسطینی پناہ گزین کیمپوں پر جھپٹ پڑے تھے یہ کوئی غیر متوقع حملہ نہیں تھا سبھی فلسطینی اس حملے کے منتظر تھے دو ہی دن پہلے اسرائیل کو امریکی اسلحہ کی نئی کھیپ پہونچی تھی اور جب جب اسرائیل کو امریکی اسلحے ملتے ہیں فلسطینیوں کے کیمپوں پر اسرائیلی یورشیں بڑھ جاتی ہیں ۔

جہان الجیلو اپنے چہرے پر رقصاں قدرتی مسکراہٹ کے باوجود کچھ فکر مند تھی عدوان کیمپ کے اندر پڑا ہمک رہا تھا اور اسعد عبد اللہ کیمپ کے پیچھے اپنے ہم عمروں کے ساتھ مورچہ سنبھالے تھا سبھی کو خصوصی

مستعدی کا حکم ملا تھا لبنان کی خانہ جنگی سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش میں اسرائیل نے فلسطینیوں کے کیمپوں کے شہر کو بالکل تہہ و بالا کر دینے کا مصمم ارادہ کیا تھا اور اس کے بمباروں کی یورش کچھ بڑھی ہوئی تھی صحراؤں میں ریت کی آندھیاں چل رہی تھیں اور پانی کی بڑی قلت تھی جہان الجیلو حاملہ تھی اور اسے قدرتی طور پر فکر تھی کہ وجود میں آنے والی نئی زندگی کا ریت کے صحراؤں میں کیا مستقبل ہو گا لیکن خوشی تھی کہ مجاہدین کی صف میں ایک اور کا اضافہ ہو گا۔ یہ جو نئی نسل صحراؤں میں آج صف آرا ہے یہ وہی نسل ہے جس نے اسی ریت پر آنکھیں کھولی ہیں اور اسی میں لوٹ پوٹ کر جوان ہوئی بھوک اور پیاس کے باوجود اس نے اپنے حوصلے نہ پست ہونے دیئے۔ دراصل ان کیمپوں میں جنم لینے والا ہر نیا بچہ امید کی ایک نئی کرن بن کر نمودار ہوتا ہے —— لیکن جلتی ہوئی ریت کے صحراؤں میں کھلے آسمانوں کے نیچے بھوک اور پیاس کی آمیزش سے جنم لینے والے بھی انسانی فطرت رکھتے ہیں اور کبھی کبھی اس مستقبل کے بارے میں ضرور سوچتے ہیں جس کا کہیں کوئی گمان بھی نہیں۔ جہاں الجیلو اسی لیے نہ فکر مند ہوتے ہوئے بھی کچھ کچھ فکر مند ہے دوسری عورتیں کیمپ کی نگرانی کے ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی نظر رکھے ہیں —— کیونکہ کسی بھی وقت اس کے ہاتھوں سے مشین گن لے کر اس کو زمین پر لٹا دینے کی نوبت آسکتی ہے عبداللہ کا کہیں کوئی پتہ نہیں اس کیمپ میں

رہنے والی زیادہ تر جوان اور کمسن بیاہتہ لڑکیوں کو اپنے —— شوہروں کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ یہاں کوئی عام حالات والی پرسکون زندگی تھوڑی ہے۔ یہاں بنجاروں کی سی بھی زندگی نہیں کیونکہ انکی زندگی میں کبھی ٹھہراؤ آجاتا ہے ان کی بھی خواہشیں ہوتی ہیں اور زندہ رہنے کی خواہش تو بہرحال رہتی ہے —— مگر یہاں زندگی کی وہ تڑپ بھی نہیں۔ یہاں تو دشمن کا جہاز گرالینا دشمن کو مار لینا اس کے اسلحے چھین لینا ہی زندگی ہے عورت مرد بچے سبھی اس لیے ان کیمپوں میں مورچہ بند ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے دشمن کو زیر کر کے اس سرزمین کو حاصل کرلیں جو انکا وطن ہے اور جائز طور پر اس پر ان کا پورا پورا حق ہے مگر صیہونی اور سامراجی طاقتوں نے ناجائز طور سے قبضہ کر کے ان کو بے گھر کر کے جلتی ہوئی ریت اور برستی ہوئی آگ میں جل بھن کر مر جانے کے لئے ڈھکیل دیا ہے

چند دن پہلے خبر آئی تھی کہ یروشلم میں عرب سرفروشوں نے جو احتجاج کیا تھا اس کو کچلنے کے لئے اسرائیلی فوج اور پولس نے تشدد کا سہارا لیتے ہوئے فائرنگ کر کے کتنے ہی سرفروشوں کو جامِ شہادت پلادیا تھا اور جو زخمی ہوئے ان کو گرفتار کر لیا۔ عبداللہ کا نام گرفتار ہونے والوں میں تھا۔

عبداللہ نے بھی ریت کے صحرا میں ایک کیمپ میں آنکھ کھولی تھی مگر اسے معلوم تھا کہ ایک زمانہ تھا جب اسرائیل ہیں دیر یسین میں اسکا ایک

عالیشان اور آرام دہ مکان تھا اس کی تمنا تھی کاش وہ دیر لیسین تک پہونچ کر اسکو دیکھ ہی سکتا اسی لیے وہ ہمیشہ محاذ جنگ پر لڑنے کے علاوہ اسرائیل کے اندر بھی جب کبھی مجاہدین احتجاج کرتے تو کسی نہ کسی طرح احتجاج میں شامل ہو کر زور زور سے نعرے لگا کر صیہونی درندگی کے خلاف اپنے غم و غصے کی بھڑاس ضرور نکالتا۔ اسعد عبد اللہ اس کے نقش قدم پر چل تو رہا تھا مگر ذرا مختلف طور سے۔ وہ محاذ پر ہی دلیری سے ڈٹے رہنے کو ترجیح دیتا تھا اسے یقین تھا ایک نہ ایک دن اسرائیلی دہشت اور درندگی دم توڑ دے گی تب وہ ایک باوقار اور فاتح قوم کی طرح اپنے اُس وطن میں داخل ہوگا جسے دیکھنا بھی اسے نصیب نہ ہوا اسی لئے اس نے اندرونی احتجاجوں پر کبھی توجہ نہیں دی۔ ماں باپ بیٹا سبھی ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے مختلف محاذوں پر ڈٹے تھے اُن میں کوئی بھی پست ہمت نہ تھا اور مستقبل سے سب ہی پُر امید۔ انھیں اپنے عزائم پر بھروسہ تھا کہ وہ دن کبھی نہ کبھی ضرور آئے گا جب وہ اپنے وطن میں اپنے طور سے پر سکون زندگی گزار سکیں گے اسی لیے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے سینہ سپر تھے موت جو دنیا میں ایک بھیانک تصور رکھتی ہے یہاں کوئی معنی نہیں رکھتی بیوی کے سامنے شوہر اور شوہر کے سامنے بیوی گولی کا نشانہ بن جاتی ہے مگر کسی کے چہرے پر تغیر نہیں ہوتا سبھی اپنے اپنے محاذ پر ڈٹے رہتے ہیں۔

جہان الجیلو فکر مند ضرور تھی مگر اداس نہ تھی اس کے ہاتھوں میں مشین گن اور کمر میں کارتوس کی بیٹی بندھی ہوئی تھی وہ فوجی لباس میں پوری طرح مستعد دشمن کے ہر حملہ کو پسپا کر دینے کو تیار تھی اُم جیبہ نے جو کچھ فاصلہ پر مورچہ بند تھی اُسے بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے مشین گن کو اپنے سے جدا کر کے کارتوس اور دوسرے ضروری اسلحہ جات کو الگ رکھ کر ذرا آرام کر لے مگر صبح ہی سے آسمان اسرائیلی جنگی طیاروں سے چھپا ہوا تھا اسرائیل جیسے آج اس بستی کو نیست و نابود کر دینے کا عزم کیے ہوئے تھا اس لیے جہان الجیلو باوجود کوشش کے ایسا نہیں کر سکتی تھی جمیلہ اپنی ٹکڑی کے ساتھ ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھوم گھوم کر اچانک دشمن کے ٹوٹ پڑنے سے پیدا ہونے والی صورت حال کا بڑی سنجیدگی اور سکون سے مشاہدہ کر رہی تھی مگر اس کی بھی نظر جہان الجیلو پر تھی۔

جہان الجیلو کی جسمانی طاقت اس کے عزم کا زیادہ دیر تک ساتھ نہ دے سکی اور وہ نیم بیہوشی کے عالم میں کھڑے کھڑے گر گئی ام جیبہ اس کو سہارا دینے کے لئے لپکی مگر آسمان سے بم برسنے لگے آن واحد میں سب کچھ دھواں دھواں ہو گیا پانی کی ایک ایک بوند کو ترستی اور آگ برساتی ہوئی ریت شعلوں میں تبدیل ہو گئی سارے خیمے جل چکے تھے ان میں نوزائیدہ اور شیر خوار بچے حاملہ جوان

لڑکیاں اور ادھیڑ عمر عورتیں شامل تھیں جو مر گئے ان کا کسی نے غم نہیں کیا جو زخمی ہوئے یا بچ گئے وہ کہاں گئے کسی کو فکر نہ ہوئی۔۔۔۔ فکر کرنے کو کون بچا تھا۔ جہان الجیلو ایک بچے کو جنم دے کر میٹھی نیند سو گئی ام جلیبہ اس نوزائیدہ بچے کو جہان الجیلو کے جسم سے اس کی وردی اتار کر اس میں لپیٹ کر خندقوں میں غائب ہو گئی۔

دو گھنٹے بعد اس جگہ اسرائیلی فوج کے خیمے گڑ گئے اور توپیں مشین گنیں ٹینک اتنی بڑی تعداد میں پہونچا دیے گئے کہ فوجی اقلیت میں اور اسلحہ جات بڑی اکثریت میں ہو گئے۔ آسمان پھر بھی دھواں اور آگ برساتا رہا۔

عبد اللہ کو اسرائیل کی جیل میں اذیت پہونچانے والے کیمپ سے نکال کر عام قیدیوں کے ساتھ کر دیا گیا یہ۔ رعایت اس لیے کی گئی کہ اسکو اس کی بیوی اور جوان سال بیٹے کی موت کا معاوضہ دینا تھا جب بھی کسی کو اذیت پہونچانے والے کیمپ سے نکال کر عام قید میں ڈالا جاتا ہے تو وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اسکو دوسری طرح سے کچھ اس سے زیادہ اذیت پہونچا دی گئی ہے اسی لیے انصاف کے تقاضے کے طور پر اب اس کے ساتھ نرمی ہو رہی ہے۔

عبد اللہ کو اپنے مخبروں کے ذریعے سارے حالات کی اطلاع پہونچ چکی تھی مگر وہ پر سکون تھا اس کو یہ خوشخبری بھی ملی تھی کہ مجاہدین نے سات طیارے گرا لینے میں کامیابی حاصل کر لی ہے اسے لبنان میں الفتح کی کامیاب ثیادت

کو بھی دل خوش کن خبر ملی تھی اس نے ٹی وی پر اپنے کمانڈر اعلیٰ یاسر عرفات کا انٹرویو بھی سُنا تھا جو کہ انھوں نے بی بی سی کے نمائندے کو دیا تھا یاسر عرفات نے بہت ہی پرسکون لہجے میں مگر بھرپور اعتماد کے ساتھ کہا تھا کہ فلسطینی مجاہدین کی صفوں میں کوئی انتشار نہیں ہے اور سب مختلف محاذوں پر ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہیں اور مقصد ایک ہی ہے اپنے رہنے کے لئے اپنے وطن کو حاصل کرنا۔

عبداللہ کا چہرہ اس وقت خوشی سے کھل اٹھا تھا جب اس نے رنگین ٹی وی پر دیکھا کہ بی بی سی کا نمائندہ فلسطینیوں کے لئے ریفوجی لفظ کا بار بار استعمال کر رہا ہے تو انہوں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ــ "کون ریفیوجی ہے ــ ہم ریفوجی نہیں ہیں ہم مجاہد ہیں ہمارے ساتھ ہم کو ہمارے وطن سے بے دخل کرنے کی سازش کی گئی ہے اور ہم اس کو ناکام بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں ہم جہاں کہیں بھی ہیں ہم اپنی ہی سرزمین پر ہیں اور اپنی زمین اور اپنا دیس حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ہم کسی کی زمین نہیں چھین رہے ہیں ہماری زمین چھینی گئی ہے ہم قاتل یا ظالم نہیں ہم دہشت پسند نہیں قاتل ظالم اور تخریب پسند تو وہ ہیں جنھوں نے کہ ہم کو ہمارے دیس سے بے دخل کیا ہے۔

عبداللہ کو افسوس تھا کہ وہ پورا انٹرویو نہ دیکھ سکا کیونکہ اسرائیلی

جیل کے ذمہ داروں نے عرب قیدیوں کو اس انٹرویو سے محظوظ ہوتے ہوئے دیکھ کر ٹی وی بند کر دیا تھا۔

عبداللہ بیوی بچے گنوا کر بھی خوش تھا کہ خوش آئند مستقبل قریب سے قریب تر ہوتا جارہا تھا فلسطین کی مملکت کا قیام اب کوئی سنہرا خواب نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے بس کوئی دم میں فلسطینی ریاست قائم ہوگی جہاں عدل و اخوت کی حکمرانی ہوگی کوئی تفریق نہ ہوگی کوئی ظلم اور زبردستی نہ ہوگی۔

عبداللہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی مسرور و مطمئن ہے وہ اپنی دنیا میں مگن ہے کیونکہ وہ تصور کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے میلوں تک پھیلے ہوئے خیموں کی جگہ فلک بوس عمارتیں جنم لے رہی ہیں فضا بارود کی بو سے عاری ہے آسمان سے کہیں بھی بم نہیں برس رہے ہیں ـــــ اور کہیں بھی جنگ نہیں ہو رہی ہے ـــــ اور ـــــ

کل جو اپنے ساتھ امن اور سکون لائے گا وہ بہت دور نہیں بلکہ قریب اور بہت قریب ہے۔

(بینہ پورٹ برطانیہ)

جلتا ہوا شہر

(لبنان کی خانہ جنگی میں شہید ہونے والوں کی یاد میں)

"ہالی ڈے ان" پر قبضہ کے لئے زبردست جنگ ہو رہی ہے جگہ جگہ پر مورچہ بندیاں ہیں چھوٹے چھوٹے بچے تک ہاتھوں میں مشین گن لیے وحشی درندوں کی طرح اپنی ہی طرح گوشت پوست کے انسانوں کے خون کے پیاسے ہیں آواز کی سنسناہٹ پر گولیاں چلنے لگتی ہیں اور دیر تک تڑا تڑ تڑ تڑ کے علاوہ کچھ نہیں سنائی دیتا عالیشان ہوٹل، فلک بوس عمارتیں اور بڑے بڑے کلب سب جل رہے ہیں آگ کے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے شعلے اور کہیں کہیں حلق میں گرہ باندھ دینے والا دھواں بیروت کے اس خوبصورت شہر کو جو بجا طور پر عروس البلاد تھا جہنم بنائے ہوئے ہے کہیں کوئی کسی دیوار کے سہارے کھڑا زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے تو کہیں کوئی کسی اونچی سی بلڈنگ کے روشن دان سے مشین گن تانے ہر آنے والے کو

لقمۂ اجل بنانے پر تلا ہوا ہے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں کل تک دنیا کا ہر عیش ہر جگہ بآسانی فراہم تھا آج یہاں زندگی کی ادنیٰ ضرورت کے لئے بھی لوگ ترس رہے ہیں بعض بعض علاقوں کی پائپ لائن کاٹ دی گئی ہے ایک ایک بوند پانی کو لوگ ترس رہے ہیں کہیں کہیں اندھیرا گھپ ہے لوگ ہفتوں سے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے اپنے گھروں میں مقید ہوتے ہوئے بھی ہر آن ایک بہیمانہ قتل کے لئے اپنے کو تیار کر رہے ہیں یہاں سانس لینے والا ہر نفس ایک دردناک موت کو اپنا مقدر سمجھ کر ہی زندہ رہ رہا ہے یہ نکہت و نور کا شہر آج شہر اجل ہے یہاں ہر طرف آگ اور خون اور بارود کی بُو ہے۔

میں رو رہا ہوں زار و قطار رو رہا ہوں۔ میری آنکھیں ہی نہیں میرا دل بھی رو رہا ہے چاروں طرف جلے ہوئے بڑے بڑے بازاروں سے دھواں برابر اٹھ رہا ہے۔ میرے آنسو اس طرح نہیں گر رہے ہیں کہ قطرہ قطرہ دریا ہو جائے اور میں ان جلتے ہوئے بازاروں کو بجھا سکوں۔

میں ان مظلوم انسانوں سے کچھ کم بے بس اور لاچار نہیں جنکو پکڑ پکڑ کر آگ کے دہکتے ہوئے سمندروں کی نذر کر دیا گیا اور وہ چیخ بھی نہ سکے احتجاج بھی نہ کر سکے۔

لوگ قاتل اور مقتول کو نام اور ذات سے پہچانتے ہیں مگر میں ایسا

نہیں کر سکتا — مجھے شرم ہے کہ قاتل بھی میرے ہی طرح آدمی تھے اور مقتول بھی — میں انھیں کوئی بھی نام دوں یا کسی بھی فرقے یا مذہب کا پیروکار کہوں مگر میں یہ تو ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ میں ان کا جیسا نہیں ہوں — مجھے نفرت ہو رہی ہے اپنے حقیر وجود سے۔ میرا وجود بھی کتنا بے کار ہے۔ میں اس نفرت کی ماری دنیا میں محبت بھرے گیت نہ گا سکا تو پھر میرے وجود سے کسی کو یا اس دنیا کو کیا فائدہ؟ — مجھے اپنے ان ہاتھوں سے آج بڑی وحشت ہو رہی ہے اس سے پہلے مجھے ان ہاتھوں پر پیار آتا رہا ہے یہی ہاتھ تو ہیں جن سے میں نے کتنی ہی خوبصورت کہانیاں لکھی تھیں لیکن یہ مجھے آج معلوم ہوا یہ ہاتھ کتنے ظالم ہیں کتنے سفاک ہیں یہ ہاتھ صرف کہانیاں ہی نہیں لکھتے بلکہ معصوم انسانوں کو گائے بکری کی طرح انتہائی سفاکی سے ذبح بھی کر دیتے ہیں — میرے ہاتھ میری نظروں میں بڑے پاپی ہیں — میں اپنے ہاتھوں کو اب کبھی بھی معاف نہ کر سکوں گا۔

میری یہ آنکھیں جن کی حفاظت کے لئے میں عینک کا استعمال کرتا ہوں ان کو میں بے ضرر ہی نہیں اپنے وجود کے لئے بہت ضروری بھی سمجھتا ہوں آج مجھے کس قدر بے فیض اور بے نور لگ رہی ہیں یہ میں شاید کسی کو نہیں بتا سکتا۔ آج ان آنکھوں نے مجھ کو دھوکا دیا ہے یا میں نے ان کو دھوکا

دیا ہے میں اس کا فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں مگر میں اتنا جانتا ہوں میں نے انسانوں کے ایک جمِ غفیر کو جب وہ منظم تھا اور مشتعل تھا انسانوں ہی کا مجمع سمجھا اور جب وہ تتر بتر ہو گیا اور اس نے سارے علاقے میں کہرام مچا دیا تب بھی انسانوں ہی کا مجمع سمجھتا رہا حالانکہ میرا یقین ہے انسان بارونق بازاروں کو لوٹ نہیں لیتے۔ انسان گھروں کو آگ نہیں لگاتے وہ ماؤں کی گودوں سے معصوم بچّوں کو چھین کر آگ کے شعلوں کی نذر نہیں کرتے ـــ انسان یہ سب کہاں کرتے ہیں! ـــ نہیں وہ ہرگز ایسا نہیں کرتے ـــ لیکن میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ اب میں ایسی آنکھوں کو کیا کروں جو یہ سب کچھ اندھیر دیکھنے کے بعد بھی ویسی ہی ہیں جیسی پہلے تھیں۔

میرے کانوں نے معصوم بچّوں کی چیخیں اور ان کی ماؤں کی آہ و بکا سنی مگر وہ بہرے نہیں ہوئے۔ مجھے نفرت ہے ایسے کانوں، آنکھوں اور ہاتھوں سے ـــ مجھے یہ سب بے فیض اور بے کار معلوم ہو رہے ہیں۔

میں اس تناور درخت کی مانند ہوں جو خزاں کے ہاتھوں لٹ کر کسی پر سایہ کرنے کے بجائے خود سائے کی تلاش میں ہے پتّے سوکھ سوکھ کر جھڑ چکے ہیں اب صرف ننگی شاخیں یا ڈنٹھل رہ گئے ہیں کون جانے یہ خزاں بہار کی آمد آمد تک اپنے نحیف کاندھوں پر زندگی کے عظیم بوجھ کو ڈھو بھی پائے یا نہ یا محض اس کی آرزو ہی سسک سسک کر دم توڑ دے!

یہاں سے وہاں، وہاں سے یہاں، دور دور تک سڑک سپاٹ ہے دن دہاڑے ایسا سناٹا ہے کہ وحشت برس رہی ہے۔ ایک کتّا بڑی دیر سے اِدھر سے اُدھر بوکھلایا بوکھلایا پھر رہا ہے وہ اس خاموشی اور سناٹے کا سبب نہیں سمجھ پا رہا ہے کچھ اس طرح مبہوت ہے کہ وہ بھونک بھی نہیں پا رہا ہے۔

یہ سڑکیں ایسی بے جان اور ویران ہیں کہ جیسے ان پر کبھی کوئی چلا ہی نہ ہو۔ جیسے یہ ازل سے ابد تک ایسے ہی رہنے کے لئے بنی ہوں ــــ انسانی پیروں کی چاپ سے یہ کسقدر نا آشنا لگتی ہیں!!!

سڑکوں کی ویرانی مجھے سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ آخر اس خوبصورت شہر کو کیا ہو گیا ــــ یہ جو نیویارک اور پیرس کا ہم پلّہ تھا کبھی ایسا تو نہ تھا اس کی چہل پہل اس کی چمک دمک اس کے کلبوں کی رونق بازاروں کا حسن کس نے لوٹ لیا ــــ!

اس کار رنگ روپ چند نادان ہاتھوں نے ناپاک ع۔ ائم کے تحت چھین لیا ہے ماؤں کی گودوں میں ہمکتے ہوئے شیر خوار بچے، باہوں میں باہیں ڈال کر رقص کرنے والی قاتل ادا دوشیزائیں۔ جلال و جمال کا پیکر مرد سب کے سب غموں سے نڈھال ہر آنے والے لمحے کا بڑی بے بسی سے سامنا کرتے ہوئے صبح کو شام اور شام کو صبح میں آج کتنے مہینوں سے بدل رہے ہیں

اور نہ جانے یہ کب تک ہو گا!

صاف شفاف مگر کشادہ سنسان اور ویران سڑکوں کی دونوں جانب اونچی اونچی عمارتوں کے بظاہر لامتناہی سلسلے کسی بے گور و کفن لاوارث لاش کے بینیٔ اور سرہانے نوحہ کناں اجنبی ہمدردوں کی مانند مجھے اپنے حصار میں لے کر میرے سوچنے اور سمجھنے کی تمام صلاحیتوں کو سلب کر کے زبانِ حال سے میری بے بسی اور بے حسی پہ مجھ پر لاکھ لاکھ ملامت کر رہے ہیں ــــ ایک بے بس انسان کو اس کے آنس سے اس کے ہی ساتھیوں نے کھینچا اور اسکو دور کھڑا کر کے شوٹ کر دیا ــــ لوگ کہتے ہیں ایسا تو جگہ جگہ ہوا ۔ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے.

دو رویہ اونچی اونچی عمارتوں نے مجھے دبوچ لیا ہے خاموشی مجھ پر مسلّط ہو گئی ہے مجھے گھٹن کا احساس بڑی شدّت سے ہو رہا ہے ــــ میں اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ دوں گا کہ یہ ہاتھ اب گلا ہی گھونٹ سکتے ہیں۔ ان ہاتھوں سے اب کوئی کہانی نہ لکھی جا سکے گی ــــ یہ ہاتھ کتنے پاپی ہیں۔ قلم کتنا مقدّس ہے ــــ اس قلم کے تقدس کی قسم جس نے بے شمار محبّت بھری کہانیاں لکھیں اب میں ان پاپی ہاتھوں سے مقدس قلم کو کبھی بھی نہیں چھوؤں گا۔ اور اب کوئی کہانی نہ لکھی جا سکے گی کہ میں خود کو اس آگ میں جھونک دونگا جس کو میرے ہی جیسے انسانوں نے اپنے حوصلے نکالنے کے لئے جلایا تھا ــــ

اور جس کو میں کسی صورت بجھا نہ سکا۔۔۔ تو پھر میں کس کو دوش دوں
میں ہی قاتل میں ہی مقتول۔

(کارڈف۔ برطانیہ)

علوی پبلشرز

کے معنی

اعلیٰ اشاعتی ادارہ

اردو میں بہت سلیقے سے اعلیٰ پایہ کی کتب کی نفیس اشاعت علوی پبلشرز کا طرۂ امتیاز ہے۔ لائبریریوں کی زینت علوی پبلشرز کی کتب ہیں۔ اعلیٰ لوگوں کے اعلیٰ ادبی ذوق کی تسکین علوی پبلشرز کی کتب ہی سے ممکن ہے۔

اسلئے آج ہی آرڈر دیں اور گھر بیٹھے وی پی سے ہماری مندرجہ ذیل کتب حاصل کریں:

کوہِ ندا (شعری مجموعہ) حسین مشیر علوی — قیمت: پانچ روپے	**دیارِ غیر میں** (افسانے) قیصر تمکین — قیمت دس روپے
آگ اور دھواں (افسانے) احمد ابراہیم علوی — قیمت: دو روپے	**مشعل** (شعری مجموعہ) اسلم لکھنوی — قیمت پانچ روپے
دو پتھر (ناول) اطہر نبی — قیمت: دس روپے	**اردو لسانیات کی مختصر تاریخ** (لسانیات) سید حسن مصطفےٰ زیدی — قیمت چار روپے

علوی پبلشرز ۳۰۔ ہیلتھ اسکوائر، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳